

منشور اسلام

اسلامی ریاست اور آزادی فرد کا تحفظ

سطور بالا میں وضاحت کے مطابق چونکہ صرف ایک اسلامی ریاست ہی فرد میں صحیح نصب العین سے محبت کے تقاضوں کو پورا کرنے اور اس میں افزونی کی ضمانت دے سکتی ہے، اس لیے اسی تناسب سے وہ فرد کی آزادی اور اس کے زیادہ سے زیادہ ذہنی و روحانی ترقی کا اہتمام کرتی ہے۔ کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ فطرت انسانی کی صحیح نصب العین سے محبت کو جبراً اور زبردستی پروان نہیں چڑھایا جاسکتا۔ اسلامی ریاست کی مشینری ہر ممکنہ کوشش سے ایک مسلمان فرد میں صحیح نصب العین سے تعلق خاطر اور حب الہی میں بالیدگی کا باعث بنتی ہے۔ اور جوں جوں وہ اس میں کامیاب ہوتی ہے، فرد میں اپنی ذمہ داری اور آزادی کا احساس اسی قدر بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اس کے برخلاف غلط اور ناپسندیدہ نصب العین سے تعلق کا باعث فرد پر کوئی نہ کوئی قدغن بنتی ہے، یعنی فرد پر داخلی یا خارجی دباؤ اور تحدیدات سے اس میں غلط اہداف سے محبت و تعلق نہ صرف پیدا ہوتا ہے بلکہ اس میں مسلسل اضافہ بھی ہوتا ہے۔

خلیے اور نامیائی وجود کا ربط و تعلق

اگر ہم بغیر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کے بارے میں تشبیہ پر غور کریں تو ہم پر ایک فرد اور اجتماعی نظم یعنی ریاست کے مابین ربط و تعلق سمجھنا آسان ہو

جاتا ہے۔ آپ نے مسلمانوں کی اجتماعیت کی مثال ایک فرد واحد کی کیفیت سے دی ہے۔ وہ جوش حیات جو ایک نامیاتی وجود کو زندہ اور برقرار رکھتا ہے، دماغ اور مرکزی عصبی نظام کے ذریعے پورے جسم تک پہنچتا ہے اور جسم کے ہر خلیے کو توانائی بہم پہنچاتا ہے۔ مجموعی طور پر جسم کی صحت و قوت کا انحصار اسی جوش حیات پر ہوتا ہے۔ جب کسی نامیاتی وجود کا ایک خلیہ مطلوبہ حد تک توانائی حاصل کر لیتا ہے تو مرکزی عصبی نظام کے ذریعے وہ زندہ توانائی دوسرے خلیوں کو منتقل کر دیتا ہے۔ گویا اس طرح ایکٹ اپنی ”رکاوۃ“ ادا کرتا ہے۔ ایک خلیہ دوسرے خلیوں کو توانائی دے کر پورے جسم کی قوت و صحت کا باعث بنتا ہے اور مضبوط و توانا جسم دوبارہ انفرادی طور پر ہر خلیے کی مزید قوت کا سبب بنتا ہے۔ چنانچہ خلیے اور جسم کے درمیان دو طرفہ ربط و تعلق ہے؛ خلیہ نہ صرف جسم کو قوت دیتا ہے، اس سے لیتا بھی ہے۔ اسی طرح جسم خلیے کو توانائی دیتا بھی ہے اور اس سے لیتا بھی ہے۔

ریاست اور فرد کا باہمی تعلق

اوپر دی گئی مثال سے ایک فرد اور اجتماعیت کا باہمی تعلق بھی آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے۔ جس طرح حیاتیاتی سطح پر جوش حیات ایک نامیاتی جسم کو نہ صرف وجود میں لاتا ہے بلکہ اسے برقرار بھی رکھتا ہے، اسی طرح نفسیاتی سطح پر وہ ایک اجتماعیت، منظم سوسائٹی اور ریاست کو وجود بخشتا اور اس کے تسلسل کا باعث بنتا ہے۔ مؤخر الذکر صورت میں اس کی کیفیت نصب العین سے محبت کی ہوتی ہے۔ وہ ریاست جو اپنے شہریوں میں نصب العین سے محبت زیادہ سے زیادہ درجے میں پیدا کرتی ہے، خود بھی اسی تناسب سے مضبوط اور صحت مند بنیادوں پر استوار ہوتی ہے۔ ریاست میں حکومت کو وہی اہمیت حاصل ہوتی ہے جو جاندار جسم میں دماغ اور عصبی نظام کی ہوتی ہے۔ جس طرح اس میں دماغ مرکز حیات کی حیثیت رکھتا ہے، اسی طرح حکومت کسی ریاست میں محبت و اشتیاق کا مرکز ہوتی ہے اور حکومت کی تشکیل اس اجتماعیت میں نصب العین سے سب سے زیادہ عشق و محبت رکھنے والے لوگ کرتے ہیں۔ جس طرح ایک جاندار وجود کے ذہن سے غون کی شریانیوں کے ذریعے جوش حیات جسم کے تمام حصوں میں پہنچتا ہے تاکہ وہ زندہ و قائم رہے اسی طرح ریاست کی لیڈر شپ میں موجود نصب العین محبت نظام تعلیم اور دیگر ذرائع کے ذریعے تمام

افرادِ مملکت تک منتقل ہوتی ہے۔ اور یہی چیز ایک نظریاتی ریاست کی بقا اور ترقی کا باعث بنتی ہے۔ جب حکومت کی بنیاد تعلیمی سہولتوں سے ایک فرد کی نصب العین کے ساتھ محبت بڑھتی ہے تو اس سے پوری قوم کا فائدہ ہوتا ہے۔ زیرِ تعلیم سے آراستہ ہو کر ایک ذمہ دار فرد اپنی صلاحیتوں کو معاشرے کی فلاح و بہبود میں استعمال کرتا ہے اور دوسروں میں بھی خود آگاہی اور علم و عرفان کے حصول کی خواہش پیدا کرتا ہے۔ عقلی و نفسیاتی سطح پر ایک فرد کا اپنے معاشرے اور بھائی بندوں کے لیے ایسا کرنا ایک قسم کی ادنیٰ کی زکوٰۃ ہے۔ اسلامی ریاست کی حکومت ایسے مواقع بہم پہنچاتی ہے کہ ایک فرد اپنے علم کو دوسروں تک سہولت منتقل کر سکے اور یہی چیز اس ریاست کی نہ صرف تقویت کا باعث بنتی ہے بلکہ اس کے وجود کی غرض و غایت بھی اسی صورت میں پوری ہوتی ہے اور اسی لیے اسلامی ریاست میں وہی لوگ زمام کار سنبھالتے ہیں جو راست آدرش سے اعلیٰ ترین محبت رکھتے ہوں اور خود آگاہی کی صفت سے متصف ہوں۔ اور پھر یہ ذمہ دار افراد ریاست کے دوسرے لوگوں میں ان اقدار کے نفوذ کی سعی بھڑ پور طور پر کرتے ہیں۔ خاص طور پر یہ افراد ملک کے نظامِ تعلیم کو خارجی اور اندرونی دونوں جانب سے کنٹرول کرنے اور اسے صحیح رخ پر چلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اس طرح یہ افراد اور ریاست کے عام لوگ مل جل کر ایک دوسرے کی تقویت کا باعث بنتے ہیں اور ریاست میں صحیح نصب العین سے محبت و تعلق پروان چڑھتا ہے۔

ریاست اور فرد باہم ایک گہرے رشتے میں منسلک ہیں اور ایک دوسرے کے لیے سامانِ زلیت بہم پہنچاتے ہیں۔ ریاست کا وجود اور اس کی نظریاتی شناخت افراد پر منحصر ہے اور دوسری طرف افراد ریاستی معاشرے اور اجتماعی نظم کے تعاون کے بغیر ترقی اور کمال حاصل نہیں کر سکتے۔ فرد کے لیے یہ اہم ضروری ہے کہ وہ خدا کی طرف سے ولایت شدہ صلاحیتوں کو نمایاں کرنے اور بروئے کار لانے کے لیے اجتماعییت سے مربوط ہو۔ جب کوئی فرد صرف اپنے انفرادی مفادات کے لیے کام کرتا ہے اور اجتماعی مصلحتوں کو نظر انداز کر کے صرف ذاتی اختیاجات کو خود غرضی کے ساتھ پورا کرنے میں منہمک ہو جاتا ہے تو صحیح نصب العین سے اس کا قلبی تعلق کمزور پڑنے لگتا ہے اور اس کی انفرادی ترقی میں بھی کمی آ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تاکید اُحکم دیا ہے کہ ایک مومن مشکلات کے باوجود اور اپنی خود پسند خواہشات کے رہے اور اس کے ساتھ ہم ممکن

تعاون کرے:

عليكم بالجماعة من شذوذ في النار -

”تم پر فرض ہے کہ تم جماعت کے ساتھ رہو۔ جو کوئی جماعت سے کٹتا ہے آگ میں جھونکا جاتا ہے۔“

ارتقاء کے لیے اسلام کی اجتماعیت پر تاکید

مسلمان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ نماز جیسی عبادت بھی نہایت منظم اور مرتب انداز میں باجماعت ایک ایسے قاعدے کے پیچھے پڑھے جو علم اور نصب العین عشق و محبت میں سب سے بہتر ہو۔ نمازیں وہ کلمات کی ادائیگی اور حرکات و سکنات میں ایک خاص قاعدے قرینے کی انتی سے پابندی کرتا ہے باجماعت نماز کی ایک غرض و غایت یہ ہے کہ ایک مسلمان اپنے تئیں ایسی اجتماعیت کا رکن تصور کرے جس کا ایک نظریہ حیات اور مقصد تائیس ہے۔ اس کے دل میں یہ خیال جڑ پکڑ جائے کہ وہ اپنے مقصد حیات کو بھی صرف اجتماعی نظم سے وابستہ ہو کر حاصل کر سکتا ہے۔ نماز باجماعت گویا اس کی پوری زندگی کے لیے بمنزل اساس ہے۔ نماز کی پابند حرکات و سکنات اور امام کی اقتداء سے اس کے ذہن و قلب میں یہ حقیقت راسخ ہو جاتی ہے کہ وہ جن ازلی سے تعلق اور نصب العین محبت کا کمال صرف جماعت کے ساتھ منسلک رہ کر حاصل کر سکتا ہے۔

ایک امام کی اقتداء میں نماز باجماعت کا نقشہ و حقیقت ایک مسلمان کی پوری زندگی کا آئینہ ہوتا ہے۔ اسے اپنی زندگی کے جملہ امور کو مسلمانوں میں سب سے زیادہ بہتر اور متقی لیڈر کے تحت منظم ہو کر انجام دینے ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اسلام میں جو شخص سیاسی و سماجی امور کا سربراہ ہوتا ہے وہی نماز باجماعت میں امامت کے فرائض انجام دیتا ہے۔ بالفاظ دیگر اسلام میں دینی اور دنیوی امور کی کوئی تقسیم نہیں ہے۔ اسی چیز کی اہمیت نمایاں کرنے کے لیے قرآن میں جابجا باجماعت نماز اور قیام نظام صلوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے:

وَازْكِعُوا مَعَ الزَّكِيِّينَ ۝ (البقرة: ۱۷۳)

”اور رکوع کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔“

اللہ کے حضور دعا مانگتے ہوئے بھی ایک مسلمان صرف اپنے آپ ہی کو نہیں بلکہ پوری مسلمان

اجتماعیت کو پیش نظر رکھنا۔ چنانچہ وہ ان انسانوں، ممالکاتے ہوئے جمع کئے بیغے کو استعمال کرتے ہیں:

رَبَّنَا إِنَّا أَلَمَّا لَمْنَا خَيْرًا وَفِي الْخَيْرِ حَسَنَةٌ
وَقَدْ عَذَّبَ الشَّارِعُ (البقرة: ۲۰۱)

اے ہمارے رب ہمیں اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی خیر و خوبی سے نواز اور عذاب جہنم سے بچا۔

رَبَّنَا لَا تَوَاخِذْنَا إِنْ شِئْنَا أَوْ خَصَّأْنَا (البقرة: ۲۸۶)

اے ہمارے پروردگار بھول چوک اور غلط و غلطی پر ہماری پکڑ نہ کر۔

ایک مسلمان ریاست کے واماں کوں اداروں کی اہمیت اس لحاظ سے بہت زیادہ ہے کہ وہ تمام ایک مسلمان شہر، دور اجتماعی زندگی کے لیے آسانی اور تقویت کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔ مسلمان پر فرض ہے کہ وہ پنج وقتہ نماز باجماعت ادا کرنے کے لیے اپنے محلے کی مسجد میں جائے اور لوگوں سے ملاقات کرے۔ نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے اسے محلے کی مسجد کے بجائے شہر کی بڑی مسجد یعنی جامع مسجد میں جانا ہوتا ہے جہاں وہ کثیر تعداد میں مسلمان بھائیوں سے ملتا ہے پھر عیدین کے اجتماعات اس سے بھی بڑے ہوتے ہیں جو شہر سے باہر ایک کھلے میدان میں ہوتے ہیں۔ ان اجتماعات میں اسے شہر بھر کی مسلمان آبادی سے ملاقات کا موقع ملتا ہے۔ اس سے آگے سالانہ حج بیت اللہ کے موقع پر دنیا بھر کے مسلمانوں کا بین الاقوامی سطح پر میل جول ہوتا ہے۔ ذوالحجہ کے مہینے میں حرمین اور عرفات اور مہینے کے میدانوں میں دنیا کے کونے کونے سے آئے ہوئے مسلمان ایک دوسرے سے ملتے اور باہم متعارف ہوتے ہیں۔ اسلام کی تمام عبادات چاہے وہ نماز ہو یا روزہ، زکوٰۃ کی ادائیگی ہو یا حج بیت اللہ، باطنی و روحانی اہمیت کے علاوہ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کے لیے انتہائی اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ یہ تمام عبادات ایک مسلمان کو روحانی بالیدگی فراہم کرنے کے علاوہ مسلمانوں کے آپس کے تعلقات میں گرمجوشی اور محبت و اخوت کے جذبات پیدا کرتی ہیں۔ جوں جوں ایک مسلمان کا اجتماعی شعور بڑھتا ہے اور وہ معاشرے سے مثبت بنیادوں پر جڑتا ہے، اس کا نصب العین سے تعلق بڑھتا ہے اور اس

میں گہرائی اور گہرائی کرتی رہے۔ اور نصیب ہمیں سے اس کی محبت جس قدر ہوتی ہے وہ مسلمان خاصہ کی ترقی و وحدت اور استقلال کے لیے مزید کام کرنا ہے۔

اطاعت امیر کی تاکید

پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تباہی زندگی پر بے انتہاء دیا ہے۔ یہ تاکید اس تعلیم سے بھی نکلتی ہے جو آپؐ نے نماز باجماعت میں امام کی اقتداء کے لیے دی ہے۔ امام کی مصلحت غلطی کے باوجود مقتدیوں پر لازم ہے کہ وہ امام کے پیچھے چلیں۔ امام کی غلطی کا وہاں خود اس پر جو کالیں نماز میں مقتدیوں کے لیے اجازت نہیں کہ وہ اس کے حکم کی خلاف ورزی کریں۔ معلوم ہوا کہ نماز جیسی اہم عبادت میں بھی چھوٹی موٹی غلطی کو اہمیت نہ دیتے ہوئے نظم جماعت کا خیال بہر حال ضروری ہے معمولی اور غیر اہم اختلاف سے پر جماعت کا ساتھ چھوڑ دینا انتہائی ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ مَنْ شَذَّ شَذَّ فِي الْمَسَارِ۔

”تم پر جماعت سے وابستگی لازم ہے۔ جو جماعت سے کٹا، اُن میں جھوٹا کیا۔“

ایک مسلمان کے جماعت سے علیحدہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ پوری اجتماعیت کو خطرے میں ڈالتا ہے اور اس طرح مسلمان ریاست کی کارکردگی بحیثیت مجموعی متاثر ہوتی ہے چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ ایک مرد مومن خود اپنے دینی و دنیوی فائدے کے لیے اجتماعیت کی قوت و استحکام کا ہر دم متنی رہتا ہے۔ کیونکہ اجتماعیت کا شیرازہ بکھرنے سے خود اس کا وجود بھی خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ رسول خدا کا حکم ہے کہ اپنے امیر کی بات سنی جائے اور اطاعت کی جائے خواہ وہ ایک سیاہ فام حبشی غلام ہو۔ ایک اور اہم حدیث رسول کا متن کچھ اس طرح ہے: ”جب تم ایک امیر کی اطاعت پر اتفاق کرو، تو پھر اگر کوئی شخص اس اجتماعیت میں رخنہ ڈالے اور تمہاری جماعت قوت کو پارہ پارہ کرے، تو تمہیں اسے ترمیم کر دینا چاہیے۔“

اس جگہ پیغمبر اسلامؐ نے مسلمانوں کی اجتماعیت کی مثال ایک زندہ جسم کی صورت میں دے کر سسے کی کیفیت مزید واضح کر دی ہے۔ جب ایک فرد کوئی غلط کام انجام دیتا ہے تو اس کے

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ تَبْيَضَّ
نُورُهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝ (التوبة: ۳۲)

”چاہتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ کی روشنی اپنے منہ کی چھوٹوں سے اور اللہ نہ رہے گا بدو ن پورا
کیے اپنی روشنی کے اور خواہ کافروں کو (کٹنا ہی) ناگوار کر رہے!“

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى
الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝ (التوبة: ۳۳، الصف: ۹)

”اسی نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر تاکہ اس کو غلبہ دے پوری جنس دین
پر اور خواہ مشرکوں کو (کیا ہی) ناگوار کر رہے!“

صحیح نصب العین کی فتح اور علوم

راست اور صحیح نصب العین کی باطل نظریات پر آخری فتح طبعی علوم بالخصوص طبیعیات،
حیاتیات اور نفسیات کے علوم میں ترقی سے قریب سے قریب آتی چلی جائے گی، کیونکہ ان علوم میں
ترقی اور وسعت سے انسان آفاق و انفس میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا مطالعہ بڑے پیمانے پر کر سکے گا۔
وہ اس طرح نہ صرف خارج میں مادی کائنات کی وسعتوں کا مشاہدہ کرے گا، بلکہ نفسیاتی علوم میں ترقی
سے اپنے باطن اور انفس کے حقائق کی معرفت بھی حاصل کر سکے گا۔ ان علوم اور قوانین پر دسترس
انسان کو اس درجے حاصل ہو جائے گی کہ وہ قرآن حکیم کی اس آیت مبارکہ پر بہ تصدیق ثبت کرتا
نظر آئے گا:

سَرَّيْهِمُ الْبَيِّنَاتِ فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَّبِعِنَ لَهُمْ
أَنَّهُ الْحَقُّ ۖ (حۃ السجدة: ۵۳)

”ہم انہیں عنقریب آفاق و انفس میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ یہ حقیقت ان
پر کھل جائے گی کہ یہ (قرآن) حق ہے۔“

(جاری ہے)